نوٹس

7

ہندوستانی زبانیں اور ادب —II

کسی بھی ثقافت کی ثروت مندی کو دیکھا اور اس سے محظوظ ہوا جا سکتا ہے، لیکن جب بات زبان اور ادب کی ہوتی ہے تو اس کو پڑھنا اور سننا ہوتا ہے۔ ہمیں اپنی ثقافت کے اس مخصوص پہلو کو سمجھنا اور اس پر فخر کرنا ہوتا ہے۔ اس دور میں لکھی گئی کتابوں کو پڑھنے کو ہم اپنا مشغلہ بنالیں اس سے ہمیں ان کئی چیزوں کو سمجھنے میں مدد ملے گی، جن کا تعلق ان ادوار سے ہے۔ اس سے ہمیں اور بھی زیادہ کتابوں کو پڑھنے اور یہ جاننے میں مدد ملے گی ان ادوار میں کیا ہو رہا ہے۔ اس سبق کو پڑھنے کو ہم جدید ہندوستانی زبانوں اور ان کے ادب کے بارے میں واقفیت حاصل کریں گے۔ اس سبق میں ہم اوائلی لغات کی تیاری اور جدید ہندوستانی ادب کے صرف ونحو کی تیاری میں عیسائی مشنریوں کے ذریعہ ادا کردہ رول کے بارے میں جان سکیں گے اور اس انداز کے بارے میں سمجھ سکیں گے، جس سے ان مشنریوں نے جدید ہندوستانی ادب کی افزائش میں مدد کی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم جدید ہندوستانی ادب کے فروغ میں بھگتی تحریک اور قومیت پرستی کے رول کو بھی سمجھ سکیں گے۔

مقاصد

اس سبق کو پڑھنے کے بعد آپ:

- جدید ہندوستانی زبانوں کی پیش رفت کے بارے میں معلوم کر سکیں گے؛
- ہندوستانی سماج اور مختلف ہندوستانی زبانوں کے ادب میں سماجی، ثقافتی تبدیلیوں کے درمیان تعلق کو دریافت کر سکیں گے؛
- ہندوستانی زبانوں اور ان کے ادب میں اتحاد اور اس میں مضمر تنوع کی تزئین کر سکیں؛ اور
- ہندوستانی سماج کی نشاۃ ثانیہ میں ہندوستانی زبانوں اور ان کے ادب کی پرکھ کر سکیں گے۔

نوٹس

7.1 شمالی ہندوستان کی زبانیں اور ان کے ادب

ہم یہ پڑھ چکے ہیں کہ قرونِ وسطیٰ کی درمیانی مدت تک ہندوستانی زبانوں کا ارتقاء کس طرح ہوا۔ قدیم ''اپ بھرنش'' بعض علاقوں میں یا تو نئی شکلیں اختیار کر چکی تھی یا اختیار کرنے کے عمل سے گذر رہی تھی۔ ان زبانوں کا ارتقاء دو مرحلوں میں ہو رہا تھا۔ بولی جانے والی زبان اور لکھی جانے والی زبان۔ سمراٹ اشوک کے دور کی برہمی تحریر میں بڑی تبدیلیاں آ چکی تھیں۔ اشوک کے دور کے حروف تہجی ناہموار اور سائز کے لحاظ سے چھوٹے بڑے تھے لیکن ہرش وردھن کے دور تک حروف تہجی ہموار اور سائز کے لحاظ سے برابر ہو چکے تھے اور انھوں نے ایک باقاعدہ شکل اختیار کر لی تھی اور انھیں دیکھ کر لگتا تھا کہ یہ کسی مہذب ہاتھوں سے لکھے گئے ہیں۔

مطالعات نے یہ دکھلایا ہے کہ اردو کے علاوہ شمالی ہند کی موجودہ زبانوں کی سبھی تحریریں قدیم برہمی رسم الخط کی بنیاد پر ہیں۔ ایک طویل اور سست رفتار عمل نے انھیں یہ شکل دی ہے۔ اگر ہم گجراتی، ہندی اور پنجابی رسم الخط کا موازنہ کریں تو ہم اس تبدیلی کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکتے ہیں۔ جہاں تک بولی جانے والی زبانوں کا تعلق تو اس وقت ہندوستان میں 200 سے زیادہ زبانیں اور بولیاں موجود ہیں۔ ان میں سے بعض کو وسیع پیمانے پر استعمال کیا جاتا ہے اور کچھ صرف مخصوص علاقوں تک محدود ہیں۔ ان سبھی زبانوں اور بولیوں میں سے صرف 22 کو ہمارے آئین میں جگہ مل سکی ہے۔

لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہندی کو مختلف شکلوں میں بولتی ہے، جن میں برج بھاشا، اور اودھی (اودھ علاقہ میں بولی جانے والی ہندی) بھوجپوری، مگدھی اور میتھلی (میتھلا کے اردگرد بولی جانے والی ہندی) راجستھانی اور کھڑی بولی (دہلی اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں بولی جانے والی ہندی) شامل ہیں۔ یہ زمرہ بندی گزرے ہوئے طویل وقت کے دوران شاعروں کے ذریعہ تخلیق کردہ ادب کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ چنانچہ سورداس اور بہاری کے ذریعہ استعمال کی گئی زبان کو برج بھاشا کا نام دیا گیا۔ رام چرتر مانس میں تلسی داس کی زبان کو اودھی کہا جاتا ہے اور ودیاپتی کے ذریعہ استعمال کردہ زبان کو میتھلی کہا گیا۔ لیکن جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ آج کی ہندی کھڑی بولی ہے۔ گو کہ امیر خسرو نے تیرہویں صدی عیسوی میں اپنی شاعری میں کھڑی بولی کا استعمال کیا تھا، لیکن ادب میں اس کا وسیع پیمانے پر استعمال انیسویں صدی عیسوی سے شروع ہوا۔ اس پر اردو کا بھی کچھ نہ کچھ اثر نظر آتا ہے۔

7.2 فارسی اور اردو

اردو چوتھی صدی عیسوی میں ایک آزاد زبان کے طور پر ابھری، ترکوں اور منگولوں کی آمد کے ساتھ عربی

نوٹس

اور فارسی زبانیں ہندوستان میں آئیں۔ فارسی کئی صدیوں تک درباری زبان بنی رہی۔ ایک زبان کے طور پر اردو کا جنم ہندی اور فارسی زبانوں کے عمل باہم کا نتیجہ ہے۔

1192ء میں دہلی کی فتح کے بعد ترک باشندے اس علاقہ میں بس گئے۔ اردو کا جنم ان آبادکاروں اور فوجیوں کی چھاؤنیوں اور عام آدمیوں کے ساتھ ان کے تال میل کے نتیجہ میں ہوا۔ ابتدائی طور پر اس کی شکل ایک بولی جیسی تھی، لیکن آہستہ آہستہ اس نے ایک باقاعدہ زبان کی تمام خصوصیات اختیار کرلیں اور یہ اس وقت ہوا جب مصنفین نے اس کو لکھنے کے لیے فارسی رسم الخط کا استعمال شروع کیا۔ اس کو اور زیادہ فروغ اس وقت ملا جب احمد نگر، گولکنڈہ، بیجاپور اور برار کی بہمنی ریاستوں نے اس کا استعمال کرنا شروع کر دیا۔ یہاں اس کو دکنی زبان بھی کہا گیا۔ وقت کے گذرنے کے ساتھ یہ دہلی کے عوام کی مقبول زبان بن گئی۔

اٹھارویں صدی عیسوی میں اردو اور بھی زیادہ مقبول ہوئی۔ آخری مغل بادشاہوں کے احوال میں اردو زبان میں لکھے جانے لگے اور پھر دھیرے دھیرے یہ اس مقام تک پہنچ گئی جہاں اس میں ادب، شاعری اور نثر دونوں کی تخلیق ہونے لگی۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر اردو زبان میں شاعری کیا کرتا تھا۔ اس کے کچھ اشعار ہندی اور اردو زبانوں کے علاقوں میں کافی مقبول ہیں۔

اردو کو اس کا مقام فخر شاعروں کی بڑی تعداد نے عطا کیا ہے جنھوں نے اس زبان میں آئندہ نسلوں کے لیے لاثانی شاعری کی تخلیق کی۔ سب سے پہلا اردو شاعر امیر خسرو (1253-1325) کو مانا جاتا ہے۔ اس نے سلطان بلبن کے عہد میں اپنی شاعری کی تخلیق کی اور وہ نظام الدین اولیاء کا معتقد تھا۔ اس نے الگ الگ موضوعات پر 99 اشعار اور لاتعداد نظمیں لکھیں۔ اس کی تخلیق کردہ مشہور نظموں میں لیلا مجنوں اور آئینہ سکندری ہے جو علاء الدین خلجی سے منسوب ہے۔ اردو کے دوسرے نامور شعراء غالب، ذوق اور اقبال ہیں۔ اقبال کی اردو شاعری کا مجموعہ ''بانگِ درا'' ہے۔ ان کی نظم ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا'' کو کئی قومی تقریبات میں گایا جاتا ہے۔ فوج کی کسی بھی پریڈ کو فوجی بینڈ اسی نغمہ کی دھن بجا کر مکمل کرتا ہے۔ دہلی اور دوسرے بڑے شہروں کی تقریبات میں مشہور گلوکاروں کو غالب، مومن، بلے شاہ اور وارث شاہ کے علاوہ دوسرے شاعروں کی تخلیق کردہ نظموں اور غزلوں کو سنانے کے لیے مدعو کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ہماری لسانی اور ادبی ثقافت کی ثروت مندی کا عمل آج بھی جاری ہے۔ اس نے ہماری زندگیوں کو ثروت مند بنایا ہے اور یہ لوگوں کے ملنے اور ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل جانے کا مرکز ہے۔

اردو نثر نگاروں میں پنڈت رتن ناتھ سرشار جیسے مشہور لوگ موجود ہیں، جنھوں نے ''فسانۂ آزاد'' لکھی اور اس سے بھی قبل کے دور میں منشی پریم چند کا نام آتا ہے، جنھیں ہندی ادب کا راہبر مانا جاتا ہے۔ انھوں نے اردو زبان میں بھی افسانے اور ناول لکھے۔ اردو نے شاعری کی ایک نئی شکل ''نظم'' دی۔ لکھنؤ کے نوابوں نے اردو کی سرپرستی کی اور اس زبان میں کئی سمپوزیم منعقد کرائے۔ آہستہ آہستہ یہ انتہائی مقبول ہوگئی۔ پاکستان

نے اردو کو اپنی قومی زبان کے طور پر اپنایا۔

مغل عہد کے دوران ادب کا فروغ

مغل عہد کے دوران ادب کے میدان میں زبردست فروغ ہوا۔ بابر اور ہمایوں ادب کے عظیم سرپرست تھے۔ بابر خود بھی فارسی کا ایک عظیم اسکالر تھا۔ اس نے ''تزک بابری'' کے نام ایک کتاب لکھی تھی جسے ترک ادب میں اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ ہمایوں نے کئی موضوعات کا عربی میں ترجمہ کروایا۔ وہ خود بھی علم وفن کا پرستار تھا۔ اس نے ایک بڑی لائبریری قائم کی تھی۔ ''ہمایوں نامہ'' اس کے دور کی مشہور کتاب ہے۔

اکبر بھی علم وفن کا بڑا دلدادہ تھا۔ ''اکبر نامہ''، ''سُر ساگر''، رام چرتر مانس اس کے زمانے میں لکھی گئی کتابوں میں سے کچھ مشہور کتابیں ہیں۔ ملک محمد جائسی کی ''پدماوت'' اور کیشو کی ''رام چندریکا'' بھی اکبر کے دورِ حکومت میں لکھی گئیں۔ جہانگیر نے ادب کی فراخ دلی سے سرپرستی کی۔ اس کا دربار شاعروں اور عالموں سے بھرا رہتا تھا وہ خود بھی اعلیٰ پائے کا دانشور تھا اور اس نے اپنی سوانح حیات لکھی۔ شاہجہاں کے دور میں ایک مشہور عالم ودانشور تھا جس کا نام عبدالحمید لاہوری تھا۔ اس نے ''بادشاہ نامہ'' لکھی تھی۔ اورنگزیب کے زمانے میں ادبی سرگرمیوں کی رفتار دھیمی رہی۔

اردو ادب مغل عہد کے آخری دنوں میں پروان چڑھنا شروع ہوا۔ اس میں سرسید احمد خاں کا بڑا حصہ تھا۔ ان کی زبان سادہ اور موثر ہوتی تھی۔ ان کی تحریروں نے دوسرے اردو نثر نگاروں کو متاثر کیا۔ مرزا غالب اپنے زمانے کے مشہور شاعر تھے۔ انھوں نے اردو کو اعلیٰ مقام تک پہنچانے ایک اہم حصہ ادا کیا۔ دوسرے کئی ایسے مصنفین تھے جنھوں نے اردو شاعری میں دلچسپی لی اور اردو کو اور بھی زیادہ ثروت مند بنایا۔ مولوی الطاف حسین حالی، اکبر الہ آبادی اور ڈاکٹر محمد اقبال اردو کی کچھ مشہور ہستیاں تھیں۔

فارسی چونکہ دربار کی زبان تھی اس لیے اس دور کا زیادہ تر ادب فارسی زبان میں ہے۔ امیر خسرو اور امیر حسن دہلوی نے فارسی زبان میں بامعنی اور پُر اثر شاعری کی تخلیق کی۔ مؤرخین منہاج السراج اور ضیا برنی کے علاوہ ابن بطوطہ نے، جو اسی دور میں ہندوستان آیا تھا، بادشاہوں کی داستانیں سیاسی واقعات اسی زبان میں تحریر کیے۔ فارسی کو قرونِ وسطیٰ میں درباری زبان کی حیثیت سے اپنایا گیا۔ کئی تاریخی حقائق، انتظامی دستور العمل اور اعلیٰ درجے کا ادب اس زبان میں وجود میں آیا۔ مغل حکمراں علم وادب کے عظیم سرپرست تھے۔ بابر نے ''تزک بابری'' ترکی زبان میں لکھی، لیکن اس کے پوتے اکبر نے اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کروایا۔ اکبر نے ''مہابھارت'' کا بھی فارسی میں ترجمہ کروایا تھا۔ جہانگیر کی سوانح عمری ''تزک جہانگیری'' بھی فارسی زبان میں ہے اور یہ ادب کا ایک منفرد فن پارہ ہے۔ یہ کہا جاتا ہے نور جہاں فارسی کی ایک ذہین شاعرہ تھی۔ مغلوں کے دور میں ان کے درباریوں نے فارسی زبان میں خاصی بڑی تعداد میں ادبی تخلیقات تحریر کیں۔ ابوالفضل کا ''اکبرنامہ'' اور ''آئینِ اکبری'' ادب کی انتہائی عمدہ تخلیقات ہیں۔ ان سے ہمیں اکبر اور اس کے عہد کے

بارے میں بڑی تعداد معلومات فراہم ہوتی ہے۔فیضی فارسی زبان میں خوبصورت انداز میں شاعری کرتا تھا۔ مغلوں کے دور کے کئی مخطوطات ہمیں ملے ہیں۔ان سے نہ صرف یہ کہ مغل تاریخ پر روشنی پڑتی ہے بلکہ یہ تحریر کے مختلف اندازوں کے بارے میں بھی بتاتی ہیں۔نثر اور تاریخ نگاری میں ایک اور نام چندر بھان کا ہے جو شاہجہاں سے دورِ حکومت ایک تحریر نگار تھا۔اسی طرح سے ''طبقاتِ عالمگیری'' نامی کتاب سے اورنگزیب کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہے۔ بدایونی ایک اور مصنف تھا جس کا تعلق اکبر کے دور سے تھا۔اب یہ سب کچھ ہندوستانی ثقافت اور ورثے کا حصہ بن چکا ہے۔

اس دور کے مشہور ہندی شاعروں میں کبیر، تلسی داس، سرداس اور رحیم کے نام قابلِ ذکر ہیں۔کبیر کے دوہے آج بھی بہت مقبول ہیں جبکہ تلسی داس کی ''رام چرتر مانس'' ہندوؤں کی انتہائی مقدس کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔اکبر کے دور میں تصنیف کردہ بہاری کی ''ست سائی'' ایک مشہور کتاب ہے۔کیشو مشرا کی ''النکار شیکھر'' نامی کتاب اکبر کے دربار میں لکھی گئی۔ یہ تحریر کے اندازوں سے متعلق فارسی زبان میں لکھی ہوئی کتاب ہے۔اکبر نے ''بھگوت گیتا'' اور اپنشدوں کے علاوہ سنسکرت کی کئی کتابوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کروایا۔

متن پر مبنی سوالات 7.1

1۔ ہندی زبان کی مختلف شکلیں کیا ہیں؟

____

2۔ رام چرتر مانس میں تلسی داس نے کس زبان کا استعمال کیا ہے؟

____

3۔ ہندوستان میں اردو زبان کا استعمال کس طرح شروع ہوا؟

____

4۔ اردو کس ملک کی قومی زبان ہے۔

____

5۔ دکن میں اردو زبان کو کیا کہا جاتا تھا؟

____

نوٹس

7.3 ہندی ادب

اس مدت کے دوران علاقائی زبانوں مثلاً ہندی، بنگالی، آسامی، اڑیا، مراٹھی اور گجراتی کو زبردست فروغ حاصل ہوا۔ جنوبی ہندوستان میں چودھویں صدی میں ملیالم ایک آزاد زبان کے طور پر ابھری۔ ان سبھی زبانوں کے ابھار کے نتیجہ میں سنسکرت کا زوال ہونا شروع ہوگیا۔ اس لیے کہ ان زبانوں کو انتظامی مشینری کے کاموں میں میڈیم کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ بھکتی تحریک کے ابھار اور مختلف صوفیوں اور سنتوں کے ذریعہ ان زبانوں کے استعمال نے ان زبانوں کی افزائش اور ان کے فروغ میں مدد دی۔ ہم پہلے ہی ان مختلف بولیوں کے بارے میں پڑھ چکے ہیں جو شمالی اور مغربی ہندوستان میں پروان چڑھیں۔ ''پرتھوی راج راسو'' کو ہندی زبان کی پہلی کتاب مانا جاتا ہے۔ یہ پرتھوی راج چوہان کے کارناموں کی داستان ہے۔ اس کی تقلید میں پھر دوسری ''راسو'' بھی لکھی گئیں۔ علاقہ کے وسیع تر ہونے کے ساتھ اس میں بولی جانے والی زبان میں تبدیلی آتی رہی نئے حالات کے اظہار کے لیے نئے الفاظ کو یا تو گڑھا گیا یا ان کو اس علاقہ کے دوسرے حصوں میں بولی جانے والی بولیوں سے اخذ کیا گیا۔ ہندی ادب نے سنسکرت کلاسیکی ادب سے رہنمائی حاصل کی اور ہندی مصنفین نے بھارت کے ''ناٹیہ شاستر'' کو ذہن میں رکھا۔ بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں جنوبی ہندوستان میں ایک تحریک شروع ہوئی جسے بھکتی تحریک کہا گیا۔ جیسے جیسے اس کا اثر شمالی ہندوستان تک پہنچا اس کا اثر ہندی میں لکھی جانے والی نثر اور شاعری دونوں پر پڑنے لگا۔ شاعری کی نوعیت اب زیادہ تر مذہبی ہوگئی تھی۔ بعض شعراء مثلاً تلسی داس نے اپنی شاعری میں صرف اسی زبان کا استعمال کا استعمال کیا جو صرف مقامی علاقہ میں بولی جاتی تھی۔ جبکہ دوسرے شاعروں مثلاً کبیر نے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومتے رہتے تھے، اپنی شاعری میں فارسی اور اردو زبانوں کے الفاظ کا بھی استعمال کیا۔ گو کہ یہ کہا جاتا ہے کہ تلسی داس نے رام چرتر مانس لکھی جو والمیکی کی رامائن پر مبنی تھی، لیکن اس نے بہت سے مناظر کو تبدیل کردیا اور ان کی جگہ نئے مناظر کو جوڑ دیا۔ جو لوک روایات پر مبنی تھیں، والمیکی کی رامائن میں سیتا کی جلا وطنی کا حوالہ دیا گیا ہے، لیکن تلسی داس نے اپنی رام چرتر مانس میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ تلسی داس نے اپنے ہیرو کو دیوتا کا روپ دیا ہے، جبکہ والمیکی کا ہیرو ایک انسان ہے۔

ہندی کا ارتقاء ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی اور 14ویں صدی عیسوی کے درمیان اپ بھرنش کے دور میں ہوا۔ اس کی خصوصیت ویرگا تھا کال یعنی ادی کال (زمانۂ قدیم) کی بہادرانہ شاعری۔ اس کی سرپرستی راجپوت راجاؤں نے کی اس لیے کہ یہ الاپوں اور شاعری کا سنگم تھی۔ اس دور کے انتہائی، مشہور شاعر کبیر اور تلسی داس تھے۔ دورِ جدید میں کھڑی بولی اور بھی زیادہ مقبول ہوگئی اور سنسکرت میں کئی اقسام کے ادب کی تخلیق ہوئی۔

اسی طرح سے سورداس نے ''سُر ساگر'' میں کرشن کو ایک معصوم بچے، ایک ایسے چھوٹے بچے کے روپ میں دکھایا ہے جو شوخی و شرارت اور نوجوان آدمی کے طور پر گوپیوں کے ساتھ اٹکھیلیوں میں مگن رہتا ہے۔ ان شاعروں نے سامعین کے ذہنوں پر گہرا اثر ڈالا۔ آج اگر رام اور کرشن سے جڑے ہوئے تہوار انتہائی مقبول ہیں تو اس کا سہرا ان ہی شاعروں کے سر بندھتا ہے۔ ان کے خیالات و تصورات نہ صرف شاعروں کے لیے تحریک کا باعث بنیں بلکہ قرون وسطٰی کے مصورین بھی ان سے متاثر ہوئے۔ ان ہی شاعروں نے میرابائی کو تحریک دی، جو راجستھانی زبان میں گیت گاتی تھی اور ان ہی شاعروں نے رس خاں کو متاثر کیا، جو مسلمان ہونے کے باوجود کرشن کی مدح سرائی کرتی تھی۔ نندہ داس ایک اہم بھکتی شاعر تھا۔ رحیم اور بھوشن کا اپنا ایک الگ مقام ہے۔ ان کا موضوع مذہبی نہیں لیکن روحانی تھا۔ بہاری نے سترہویں صدی عیسوی میں ''ست سائی'' لکھی۔ یہ ہمیں شرنگار (محبت) اور دوسرے رسوں کی جھلک دیتی ہے۔

کبیر کے علاوہ متذکرہ سبھی ہندی شاعروں نے اپنی مذہبی جبلت کی تسکین کے لیے اپنے جذبات کا اظہار شاعری کے ذریعہ کیا۔ کبیر بندھے ٹکے مذہب پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ وہ بے شکل خدا کے پیروکار تھے۔ ان کے لیے اس کا نام جپنا ہی مقصدِ حیات تھا۔ ان سبھی شاعروں نے شمالی ہند کے سماج پر اس انداز میں اثر ڈالا جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

گذشتہ ڈیڑھ سو برسوں کے دوران جدید ہندوستانی ادب کے فروغ میں بہت سے مصنفین اور شاعروں نے اپنا تعاون دیا۔ اس ادب کو کئی علاقائی زبانوں کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی لکھا گیا۔ ایک عظیم ترین بنگالی مصنف رابندر ناتھ ٹیگور نوبل پرائز برائے ادب حاصل کرنے والے پہلے ہندوستانی تھے۔ یہ خطاب انھیں ان کی کتاب ''گیتا نجلی'' کے لیے 1913ء میں دیا یا۔

تاہم ہندی نثر نے انیسویں صدی کے آغاز میں ہی اپنا روپ لینا شروع کیا۔ بھرتیندو داس ہندی ڈرامہ نگاروں میں سے پہلے ہیں۔ انھوں نے ہندی میں ڈرامے لکھے جو بنیادی طور پر سنسکرت اور دوسری زبانوں کے متنوں کے تراجم ہیں۔ لیکن انھوں نے اس رجحان کی ابتدا کی۔ مہاویر پرساد ایک اور ہندی مصنف تھے، جنھوں نے یا تو سنسکرت سے ترجمے کیے یا اس سے اخذ کیا۔ بنکم چندر چٹرجی (1838-94) نے ابتدائی طور پر بنگالی زبان میں ناول لکھے۔ ان ناولوں کا ہندی میں ترجمہ ہوا اور یہ بہت مقبول ہوئے۔ ہمارا قومی گیت ''وندے ماترم'' ان ہی کے ناول آنند مٹھ سے لیا گیا ہے۔ ہندی ادب میں سوامی دیانند کے حصہ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ایک گجراتی اور سنسکرت کا ایک اسکالر ہونے کے ناطے انھوں نے ہندی کو پورے ہندوستان کی عام زبان بنانے کی حمایت کی۔ انھوں نے ہندی میں لکھنا شروع کیا اور ان رسائل کے لیے مضامین لکھے جو مذہبی اور سماجی اصلاحات میں مصروف تھے۔ ''ستیہ ارتھ پرکاش'' ہندی میں ان کی سب سے اہم تخلیق ہے۔ ان دوسرے ناموں میں جنھوں نے ہندی ادب کو ثروت مند بنا، منشی پریم چند کا نام ہے،

جنھوں نے بعد میں اردو میں لکھنا شروع کر دیا۔ سوریہ کانت ترپاٹھی نرالا کو اس وجہ سے تسلیم کیا گیا کہ انھوں نے سماج میں قدامت پرستی کو نشانہ بنایا۔ مہادیوی ورما ہندی کی پہلی خاتون مصنفہ ہیں جنھوں نے عورتوں کے مسائل کو اجاگر کیا۔ میتھلی شرن گپت ایک اور اہم نام ہے، جے شنکر پرشاد نے ہندی میں خوبصورت ڈرامے لکھے۔

دورِ جدید میں ہندی زبان کی پیش رفت

ہندی زبان: جدید ہندی زبان کا فروغ اٹھارویں صدی کے اختتام سے شروع ہوا۔ اس دور کے اہم ہندی مصنفین سداسکھ لال اور احسان اللہ تھے۔ بھرتیندو ہریش چندر نے بھی ہندی زبان کو مستحکم بنایا۔ اسی طرح سے راجہ لکشمن سنگھ نے ''شکنتلا'' کا ہندی میں ترجمہ کیا۔ ہندی منفی حالات کے باوجود فروغ پاتی رہی اس لیے کہ دفتری کام کے لیے اردو زبان کا استعمال کیا جاتا تھا۔

ہندی ادب: بھرتیندو ہریش چندر، مہاویر پرساد دویدی، رام چندر شکلا، اور شیام سندر داس ہندی ادب کے نثر نگاروں میں اہم نام ہیں۔ جے شنکر پرساد، میتھلی شرن گپتا، سمترا نندن پنت، سوریہ کانت ترپاٹھی نرالا، مہادیوی ورما، رام دھاری دنکر، اور ہری ونش رائے ''بچن'' کے ہندی شاعری کے فروغ میں بڑا حصہ ادا کیا۔ اسی طرح پریم چند، ورنداون لال ورما اور ایلا چندر جوشی ہندی نثر نگاروں میں کچھ اہم نام ہیں۔

اگر ہم مندرجہ بالا مصنفین اور شاعری پر نظر ڈالیں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ یہ سب کسی نہ کسی مقصد کے لیے لکھتے تھے۔ سوامی دیانند نے ہندو سماج کی اصلاح اور غلط عقائد اور سماجی لعنتوں سے نجات پانے کے مقصد سے قلم آرائی کی۔ منشی پریم چند نے سماج کی توجہ غریبوں کی زبوں حالی کی طرف مبذول کرائی۔ پدم وبھوشن خطاب یافتہ مہادیوی ورما نے سماج میں عورتوں کی حالت کو اجاگر کیا۔ ''نرلا'' جدید ہندوستان میں بیداری کے علمبردار تھے۔

متن پر مبنی سوالات 7.2

1۔ ناٹیہ شاستر کا مصنف کون ہے؟

2۔ تلسی داس اور والمیکی کے کردار رام میں کیا فرق ہے؟

3۔ سُر ساگر میں کرشن کا رول کس طرح مختلف ہے؟

4۔ ہمارا قومی گیت ''وندے ماترم'' کس کتاب سے اخذ کیا گیا ہے؟

5۔ ہم یہ کیوں محسوس کرتے ہیں کہ ہندی نثر نگاری کسی مقصد کے لیے لکھا کرتے تھے؟

7.4 بنگالی، آسامی اور اڑیا ادب

ہندی کے بعد دوسرے اہم اور نمایاں ادب کا فروغ بنگال میں ہوا۔ بیپٹسٹ مشن پریس کا قیام 1800 میں کلکتہ کے نزدیک سیرام پور میں ہوا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسی سال میں فورٹ ولیم کالج قائم کیا۔ یہ شہری ملازمین کو قانون، رسوم و رواج، مذاہب، لسانیات اور ادب کی تربیت فراہم کرتا تھا اور ان کو اور زیادہ قابلیت کے ساتھ کام کرنے کا اہل بناتا تھا۔

بھکتی تحریک کا فروغ اور مختلف بھجنوں کی تخلیق، جو چیتنیہ کے ساتھ جڑے ہوئے تھے بنگالی زبان کے فروغ اور اس کی افزائش کی رفتار کو تیز کیا۔ بیانیہ نظمیں جنھیں بنگالی کاویہ کہا جاتا تھا، بھی اس دور میں مقبول ہوئیں۔ ان میں مقامی دیویوں مثلاً چنڈی کی پوجا کی تبلیغ کی گئی تھی اور پورانی دیوتاؤں مثلاً شواور وشنو کی روزمرہ پوجا کے بارے میں زور دیا جاتا تھا۔

اس سلسلہ میں ولیم کیری نے ایک اہم سنگ میل طے کیا۔ اس نے بنگالی زبان کی صرف ونحو لکھی اور ایک انگریزی، بنگالی لغت مشائخ کی اور کہانیوں اور مکالموں سے متعلق کتابیں لکھیں۔ یہاں یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ صرف ونحو اور لغت کسی بھی زبان کے فروغ میں کے لیے اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ جملوں کی درستگی میں مصنف کی مدد کرتی ہیں اور کسی مخصوص صورت حال اور تصور کے اظہار کے لیے موزوں الفاظ کی تلاش میں مدد کرتی ہے۔ مشنریوں کے ذریعہ چلائے جانے والے پریسوں کا مقصد عین گو کہ عیسائی عقیدہ کو مشتہر کرنا تھا، لیکن مقامی لوگوں کے ذریعہ چلائے جانے والے پریس نے غیر عیسائی ادب کو پھلنے پھولنے میں مدد دی۔ اس دوران تعلیم پھیلتی رہی گو کہ اس کی رفتار سست تھی۔ لیکن 1835 میں شرقیون کے خلاف جنگ میں میلکوئے کی فتح کے بعد اس کی رفتار بڑھنے لگی۔ 1854ء میں سر چارلس ووڈ کا ''ڈسپیچ'' آیا اور کلکتہ، مدراس اور بمبئی میں یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ اسکولوں اور کالجوں کے لیے درسی کتابوں کے علاوہ، دوسرا ادب بھی تیار کیا گیا، راجہ رام موہن رائے نے بنگالی کے علاوہ انگریزی میں بھی کتابیں لکھیں اس سے بنگال ادب کی پیش رفت تیز تر ہوئی۔ ایشور چندر وساگر (91-1820) اور اکشے کمار (86-1820) اس اوائلی دور کے دو دیگر مصنفین تھے۔ ان کے علاوہ بنکم چندر چٹر جی (94-1834) شرت چندر چٹر جی (1876-1938) اور آر۔سی۔ دتہ مشہور مؤرخ اور

نوٹس

مصنف تھے، نے بنگالی ادب کے فروغ میں اپنا اشتراک دیا، لیکن پورے ہندوستان کو اپنی تحریروں سے متاثر کرنے والے سب سے اہم مصنف اور شاعر رابندرناتھ ٹیگور تھے، جنھیں ان کی کتاب ''گیتا نجلی'' کے لیے 1913ء میں نوبل خطاب سے نوازا گیا۔

تاہم مغربی تصورات کے اثرات کو بھی ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے جو پہلے بنگالی ادب میں ظاہر ہوئے اور پھر ہندوستان کے دوسرے حصوں کی ادبی تخلیقات میں سموئے جانے لگے۔ 1800 تک ادب کا زیادہ تر حصہ مذہبی یا درباری ادب تک محدود تھا۔ مغربی اثر نے مصنفین کو عام آدمیوں اور ان کی الجھنوں اور مشکلات کی جانب متوجہ کیا۔ اب موضوعات دنیاوی تھے۔ گوکہ بعض مذہبی ادب بھی تخلیق ہوا لیکن ان میں مشکل ہی سے کوئی نئی بات، نیا خیال نظر آتا تھا۔

19 ویں صدی کے آخری برسوں اور بیسویں صدی کے نصف اول میں ایک نئے موضوع، قومیت پرستی پر طبع آزمائی کی گئی۔ اس نئے رجحان میں دو عنصر واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ پہلا عنصر ہے قدیم تاریخ اور ثقافت سے لگاؤ اور محبت اور دوسرا برطانوی استحصال سے آگاہی، دوسرا عنصر غیر ملکیوں کو ملک سے نکال باہر کرنے کے لیے ہندوستانیوں کو بیدار کرنے کی غرض سے للکار تھی جس میں ترغیب بھی تھی اور بلند آہنگی بھی۔ اس نئے رجحان کا اظہار سبرا منیم بھارتی نے تمل زبان میں اور قاضی نذر الاسلام نے بنگالی زبان میں کیا۔ قارئین کے دلوں میں قومیت پرستی کے جذبات کو بیدار کرنے میں ان دونوں مصنفین کا حصہ زبردست اور عظیم ہے۔ ان کی شاعری کا ہندوستان کی دوسری زبانوں میں بھی ترجمہ کیا گیا۔

آسامی زبان نے بھی بنگالی کی طرح بھکتی تحریک کے تئیں اپنا ردّعمل ظاہر کیا۔ شنکر دیو، جنھوں نے آسام میں ویشنوازم کو رائج کیا تھا آسامی زبان کی شاعروں میں اضافہ کیا۔ پورانوں کا ترجمہ بھی آسامی میں کیا گیا۔

قدیم آسامی ادب ''براجیوں'' (درباری سرگزشت) پر مشتمل تھا۔ شنکر دیو نے کئی مذہبی گیت لکھے۔ جنھیں لوگ راجدھانی کیفیت کے ساتھ گایا کرتے تھے، لیکن آسامی ادب کی حقیقی معنوں میں تخلیق 1827 کے بعد ہی ہوئی۔ اس ضمن میں دو ناموں لکشمی ناتھ بیز بروا اور پدما نبھا گوہن بروا کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اڑیسہ سے کچھ ناموں کا یہاں حوالہ دینا ضروری ہے۔ یہ نام ہیں فقیر موہن سیناپتی اور رادھا ناتھ رے کے جن کی تخلیقات کو اڑیا ادب کی تاریخ میں قابلِ لحاظ اہمیت حاصل ہے۔

اپیندر بھنج (1670-1720) کی تخلیقات اہمیت کی حامل ہیں اس لیے کہ ان سے اڑیا ادب میں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اڑیسہ میں سرلاواس کی تحریروں کو اڑیا ادب کی پہلی تخلیقات مانا جاتا ہے۔

نوٹس

متن پر مبنی سوالات 7.3

1۔ بپٹسٹ پریس کا قیام کب عمل میں آیا؟

2۔ ووڈ کا ''ڈسپیچ'' ہندوستان کب آیا؟

3۔ تین یونیورسٹیاں کب اور کہاں کھولی گئیں؟

4۔ رابندر ناتھ ٹیگور کو ان کی کس تخلیق پر 1913ء میں نوبل پرائز دیا گیا؟

5۔ شان کردوا نے آسامی ادب کی افزائش میں کس طرح مدد کی؟

7.5 پنجابی اور راجستھانی ادب

پنجابی ایک رنگا رنگ زبان ہے۔ اس کو دو طرح کے رسم الخط، گرمکھی اور فارسی میں لکھا جاتا رہا۔ تقریباً انیسویں صدی تک گرمکھی رسم الخط ''آدی گرنتھ'' تک محدود رہا۔ جو سکھوں کی مقدس کتاب ہے۔ گرنتھیوں کے علاوہ لوگوں کی ایک محدود تعداد نے اس رسم الخط کو سیکھنے کی کوشش کی۔ گرنتھی گردواروں میں مقدس گرنتھ کو پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ تاہم اس زبان میں ادب کی کمی نہیں ہے۔ گرونانک پنجابی زبان کے پہلے شاعر تھے۔ دوسرے عصری شاعر، جن میں سے زیادہ تر صوفی سنت تھے، اس زبان میں گیت گایا کرتے تھے۔ یہ صوفی یا ان کے پیروکار اگر اپنی شاعری کو تحریری شکل میں لانا چاہتے تھے تو اس کے لیے وہ فارسی زبان کا استعمال کرتے تھے۔ اس فہرست میں پہلا نام فرید کا ہے۔ اس کی شاعری کو آدی گرنتھ کا حصہ بنایا گیا ہے۔ آدی گرنتھ میں اگلے چار گروؤں کی شاعری بھی شامل ہے۔ ان سبھی تخلیقات کا تعلق پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی سے ہے۔ بعد کے گروؤں میں سے نویں گرو، گرو گرنتھ بہادر کی شاعری کو بھی آدی گرنتھ میں شامل کیا گیا۔ دسویں گرو، گرو گوبند سنگھ نے پٹنہ (بہار) میں تعلیم حاصل کی، جہاں انھوں نے فارسی اور سنسکرت زبانیں سیکھیں۔ انھوں نے پنجابی میں دو ''سوایئں'' ترتیب دیں، لیکن یہ آدی گرنتھ کا حصہ نہیں ہیں۔

لیکن یہ ہیر رانجھا، سسی پنوں اور سوہنی مہیوال کی عشق و محبت کی داستانیں تھیں جنھوں نے پرانے دور

نوٹس

میں اس زبان کو موضوع فراہم کیا۔بعض شعراء نے پورن بھگت کی کہانی کو بھی شاعری کا موضوع بنایا۔بعض جانے پہچانے اور کچھ انجانی شاعروں کی خوبصورت نظمیں اور گیت ہم تک پہنچے ہیں۔ان نظموں اور گیتوں کو مقامی گلوکار دو تین صدیوں سے گاتے چلے آرہے ہیں۔ایسی بہت سی منظوم کہانیاں ہیں،جنھیں مقامی لوگوں نے تیار کیا تھا۔ان لوک کہانیوں کو محفوظ رکھا گیا ہے۔ان میں سے سب سے اہم وارث شاہ کی ہیر ہے۔ قدیم تخلیقات میں سے یہ سب سے زیادہ مشہور اور مقبول ہے۔اس کو پنجابی شاعری کا سنگ میل کہا جاتا ہے۔ صوفی سنت بلے شاہ بھی اسی طرح سے مشہور تھے۔انھوں نے بڑی تعداد میں گیت لکھے۔ان کے گیتوں کی ایک مقبول مثال ''کافی'' ہے۔اس کو کلاسیکی موسیقی کی شکل میں گیا یا جاتا ہے۔کافیاں گانے والے اس کو انتہائی جوش وخروش سے گاتے ہیں۔

20ویں صدی عیسوی میں پنجابی نے اپنی ادبی شکل اختیار کی۔ بھائی ویر بھدر سنگھ نے ایک رزمیہ لکھا، جس کا عنوان ''رانا صورت سنگھ'' تھا۔ پورن سنگھ اور ڈاکٹر موہن سنگھ بہترین مصنفین تھے۔مضامین،مختصر کہانیاں،شاعری،ناول،تنقید اور تحریری کی دوسری سبھی شکلیں،پنجابی ادب کے منظر پر ابھرنے لگیں۔

ہندی کی ایک بولی ہونے کے ناطے راجستھانی نے اپنا ایک الگ رول ادا کیا۔ بھاٹ (خانہ بدوش گویے) ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومتے رہتے تھے اور لوگوں کا دل بہلانے کے ساتھ ساتھ سورماؤں کی داستانوں کو زندہ رکھتے تھے۔کرنل ٹوڈ نے ان ہی بھاٹوں کے گیتوں سے راجستھان کی بہادرانہ کہانیوں کو جمع کیا اور ان کو اپنی کتاب ''اینلز اینڈ انیٹی کوٹیز آف راجستھان'' میں شامل کیا،لیکن میرا کے بھجنوں کو تاریخ میں مقام فخر حاصل ہے۔اپنے دیوتا بھگوان کرشن کے لیے میرا کی محبت اتنی شدید تھی کہ وہ دنیاوی حدوں کو پار کر لیتی ہے اور سننے والے کو اس گلوکارہ کی دنیا میں پہنچا دیتی ہے۔

بھگتی تحریک نے علاقائی زبانوں مثلاً ہندی،گجراتی،مراٹھی،پنجابی،کنڑ،تامل اور تیلگو کے فروغ میں مدد دی۔

7.6 گجراتی ادب

اوائلی گجراتی ادب چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی کے بھکتی گیتوں کی شکل میں دستیاب ہے۔اس ادب نے ان پرانی روایات کو آج بھی اپنا رکھا ہے جو گجرات میں مقبول تھیں۔اس سلسلہ میں نرسی مہتا کا نام صف اول میں آتا ہے۔ گجرات کے عوام نے مذہبی گیتوں کو لوک رقصوں میں سمویا ہے اور ان کی مذہبی اشکال کا اظہار اکثر ان کی تقریبات میں ہوتا ہے۔

نرمادکی شاعری نے گجراتی ادب کو تحریک دی۔گوردھن رام کے ناول ''سرسوتی چندر'' گجراتی ادب کی ایک کلاسیکی مثال ہے اور اس نے گجراتی زبان کے دوسرے مصنفین کو بڑھاوا دیا،لیکن شاید ایک نام جسے کبھی

نوٹس

فراموش نہیں کیا جاسکتا ڈاکٹر کے۔ایم۔منشی کا ہے۔ وہ ایک ناول نگار، مضمون نگار اور مؤرخ تھے اور انھوں نے تاریخی ناولوں کا ایک ذخیرہ چھوڑا ہے۔اپنی ان کتابوں میں انھوں نے حقیقت کو فسانے کے ساتھ ملانے کی اپنی صلاحیت کا اظہار کیا ہے۔''پرتھوی ولبھ' ان کا ایک بہترین ناول ہے۔ یہاں نرسی مہتہ کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جانا چاہیے، جن کے کرشن کی ستائش میں گیتوں نے انھیں نہ صرف ایک معروف شخصیت بنادیا بلکہ اس کی وجہ سے گجراتی زبان کو بھی مقبولیت حاصل ہوئی۔

7.7 سندھی ادب

سندھ صوفیوں کا ایک اہم مرکز تھا جنھوں نے یہاں مختلف مقامات پر خانقاہیں تعمیر کروائیں۔صوفی گلوکاروں نے اپنی واجدنی موسیقی کے ساتھ اس زبان کو مقبول بنانے میں مدد کی سندھی زبان میں ادب کی تخلیق کا سہرا مرزا کلاش بیگ اور دیوان کوڈامل کے سرجاتا ہے۔

7.8 مراٹھی ادب

مہاراشٹر ایک پٹھاری علاقہ میں واقع ہے جہاں کئی مقامی بولیاں بولی جاتی ہیں۔مراٹھی کا جنم ان ہی مقامی بولیوں سے ہوا۔ پرتگالی مشنریوں نے اپنے مسلک کی تبلیغ و اشاعت کے لیے مراٹھی زبان کا استعمال کیا۔

اوائلی مراٹھی شاعری اور نثر کے رہبر کاررواں سنت جیانیشور (گیانیشور) تھے، جن کا تعلق تیرہویں صدی عیسوی سے تھا۔ انھوں نے بھگوت گیتا پر ایک طویل تبصرہ لکھا۔ انھوں نے مہاراشٹر میں ''کیرتن'' کی روایت کو شروع کیا۔ان کے بعد نام دیو (1270-1350) گورا، سینا اور جنابی کے نام آتے ہیں۔ان سبھی نے مراٹھی گیتوں کو گایا اور ان کو مقبول بنانے میں مدد کی۔ ان کے گیتوں کو پندھار پور کے تیرتھ استھان پر جانے والے تیرتھ یاتری آج بھی گاتے ہیں۔تقریباً دوصدیوں کے بعد ایکناتھ (99-1533) مراٹھی زبان کے پس منظر پر ابھرے۔انھوں نے رامائن اور بھگوت پوران پر تبصرے لکھے۔ان کے گیت پورے مہاراشٹر میں بہت مقبول ہیں۔

ان کے بعد تکارام (1598-1650) کا نام آتا ہے۔وہ عظیم ترین بھکتی شاعر تھے۔شیواجی کے گرو رام داس (81-1608) بھجن لکھنے والے آخری شاعر تھے۔ وہ رام کے اوتار تھے۔انھوں نے شیواجی کو تحریک دی۔ انیسویں صدی عیسوی میں مراٹھی ادب میں ایک نئی لہر آئی یہ قومیت پرست تحریک تھی جس نے مراٹھی نثر کہ مقبول بنایا۔ بال گنگا دھر تلک (1857-1920) نئے اپنا رسالہ ''کیسری'' مراٹھی زبان میں نکالا۔اس سے مراٹھی ادب کی افزائش میں مدد ملی۔لیکن کیشوست اور وی۔ ایس چپلاؤنکر کا رول بھی کچھ کم نہیں تھا۔ان سبھی نثر

نوٹس

نگاروں نے مراٹھی ادب کے فروغ میں نمایاں حصہ ادا کیا۔ ایچ۔ جی۔ سالگاؤنکر کا نام حب الوطن شاعری کے لیے یاد رکھا جائے گا۔ اس کے علاوہ ایم۔ جی۔ رانا ڈے، کے۔ ٹی۔ تلنگ، جی۔ ڈی۔ مدھولکر (شاعر اور ناول نگار) بھی کم اہم نہیں ہیں۔

7.9 کشمیری ادب

کشمیر کو اس وقت ادبی شہرت حاصل ہوئی جب کالہن نے سنسکرت میں ''راج ترنگنی'' لکھی، لیکن یہ طبقۂ اعلیٰ کی زبان تھی۔ مقامی عوام کے لیے کشمیری ایک عوامی بولی تھی۔ یہاں بھی بھکتی تحریک نے اپنا اثر دکھایا۔ لال دید، جس کا تعلق چودھویں صدی سے تھا، کشمیری زبان میں گانے والی پہلی گلوکارہ تھی۔ وہ شیو کی پیروکار تھی۔ اس علاقہ میں مذہب اسلام کے پھیلنے کے بعد صوفی اثر واضح طور پر نظر آنے لگا۔ ہبہ خاتون، مہجور زندہ اکول، نورالدین، جسے نندرشی کے نام سے بھی جانا جاتا تھا، اختر محی الدین، صوفی غلام محمد اور دینا ناتھ ندیم نے کشمیری زبان میں مذہبی شاعری کی تخلیق کی اور کشمیری ادب کے فروغ میں اپنا نمایاں اشتراک دیا۔

مغربی اثر 19ویں صدی کے اختتام تک کشمیر نہیں پہنچ پایا تھا۔ 1846ء پہلی سکھ جنگ کے بعد ڈوگرہ خاندان کشمیر کا حکمراں بن گیا۔ ڈوگرہ حکمراں کشمیری زبان سے زیادہ ڈوگری زبان میں دلچسپی رکھتے تھے۔ وہاں اسکولوں یا کالجوں کا فقدان تھا۔ غربت اور معاشی پسماندگی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ سبھی وجوہات کشمیری ادب میں کمی کا سبب بنیں۔

گوکہ جدید ہندوستانی زبانوں کی فہرست میں کئی زبانوں کو شامل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ہندوستانی آئین میں ابتدائی طور پر 15 زبانوں کو، قومی زبانوں کا درجہ دیا گیا تھا۔ جن میں آسامی، بنگالی، گجراتی، ہندی، کشمیری، مراٹھی، اڑیا، پنجابی، سنسکرت، سندھی، اردو، تامل، تیلگو، کنڑ، ملیالم شامل تھیں۔ بعد میں ان میں تین اور زبانوں نیپالی، منی پوری اور کونکنی کا اضافہ کیا گیا۔

متن پر مبنی سوالات 7.4

1۔ کون سی ہندوستانی زبان دو رسم الخطوں گرمکھی اور فارسی میں لکھی جاتی تھی؟

2۔ پنجاب کی کم سے کم دو عشقیہ داستانوں کے نام بتائیے؟

3۔ بلے شاہ کی شاعری کی دو مقبول عام شکلیں کون سی ہیں؟

4۔ باگورد من رام کے ناول کا نام بتائیے۔

5۔ 13ویں صدی عیسوی میں مہاراشٹر میں کیرتن کی روایت کس نے شروع کی؟

6۔ کشمیر میں اچھے ادب کی کمی کے کیا اسباب تھے؟

7.10 عیسائی مشنریوں کا رول

ہندوستان میں یوروپیوں کی آمد کے ساتھ کئی غیر ملکی زبانیں مثلاً انگریزی، فرانسیسی، ڈچ اور پرتگالی زبانیں بھی ہندوستان آئیں جنھوں نے ہندوستانی زبانوں کو اوربھی ثروت مند بنایا، اس لیے کہ ان زبانوں کو ہندوستانی زبانوں کے ذخیرۂ الفاظ میں نئے الفاظ کا اضافہ کیا۔

ہندوستانی ادب کے فروغ میں عیسائی مشنریوں کا حصہ کچھ کم اہم نہیں ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ انھوں نے کئی مقامی زبانوں میں لغات اور قواعدصرف ونحو کی کتابیں چھاپیں۔ ان کے ذریعہ لکھی ہوئی کتابیں یوروپ سے نئے آنے والے پادریوں کے لیے ہوتی تھیں۔ یہ کتابیں مشنریوں کی اتنی ہی زیادہ مدد کرتی تھیں جتنا کہ وہ مقامی زبانوں کے لیے کارآمد تھیں۔ وہ موزوں الفاظ کی تلاش کے لیے آسانی کے ساتھ لغات دیکھ سکتے تھے یا یہ دیکھ سکتے تھے کہ لفظ صرف ونحو کے لحاظ سے درست ہے یا نہیں۔

دوسری حقیقت لیتھوگرافک پرنٹنگ پریس کا رول تھا، جو ہندوستان میں 19ویں صدی کے آغاز میں آیا۔ غیرملکیوں نے یہ پریس تبدیلی، مذہب کرانے والے نئے ہندوستانیوں کے لیے ادب چھاپنے کے لیے لگائے تھے۔ چنانچہ ادب کے فروغ میں پرنٹنگ پریس کے رول کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ تیسری اہم حقیقت مشنریوں کے ذریعہ اس ملک میں اسکولوں اور کالجوں کا قیام تھا، جن میں مشنریاں انگریزی کے علاوہ مقامی زبانوں کی تعلیم بھی دیتی تھیں۔ شاید ان کا مقصد عیسائیت کو پھیلانا رہا ہو، لیکن انھوں نے ایک نیا تعلیم یافتہ طبقہ بھی تیار کیا، جس کو ان کا ادب پڑھنے کی خواہش تھی۔ چنانچہ ہندوستانی زبانوں اور ادب کی تاریخ مرتب کرتے وقت مشنریوں کے رول کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

نوٹس

ہندوستان میں انگریزی ادب کے اہم مصنفین

ہندوستان میں انگریزی ادب کے کئی مصنفین تھے۔ ہندوستانیوں نے انگریزی زبان میں 1895 کے بعد لکھنا شروع کیا۔ جب انگریزی زبان کو رابطہ کی زبان بنایا گیا۔کئی ہندوستانی مصنفین نے اپنی کتابوں اور ادب کی دوسری شکلوں کوتحریر کرنے کے لیے انگریزی زبان کا استعمال کیا۔ان میں سے بعض نے انگریزی شاعری کے میدان میں بھی طبع آزمائی کی جبکہ کچھ نے نثر لکھنے میں دلچسپی ظاہر کی۔ مائکل مدھوسدن دتہ، سروجنی نائیڈو اور رابندر ناتھ ٹیگور نے انگریزی شاعری کے میدان میں اہم اشتراک کیا۔سریندر ناتھ بنرجی، فیروز شاہ مہتہ اور جواہرلعل نہرو نے انگریزی نثر میں دلچسپی دکھلائی۔

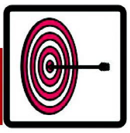

آپ نے کیا سیکھا

- ہندی زیادہ تر عوام کے ذریعہ بولی جاتی تھی۔
- اردو اور فارسی زبانیں مغل عہد میں مقبول ہوئیں۔ اردو نے ترکی نوآبادکاروں اور مقامی عوام کے درمیان عمل باہم کے نتیجہ میں جنم لیا۔ ابوالفضل، چندر بھان اور بدایونی مغل عہد کے مشہور مصنفین تھے۔
- ہندی ادب نے سنسکرت سے رہنمائی حاصل کی۔بھکتی شاعری، ہندی ادب میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔کبیر تلسی داس اور سورداس ادب کی رہنما روشنی تھے۔
- ہندی نثر کا آغاز 19ویں صدی کے اوائل میں ہوا۔
- ہندی کے بعد سب سے زیادہ ثروت مند ادب بنگالی زبان کا ہے۔رابندرناتھ ٹیگور،بنکم چند چٹرجی اور شرت چندر چٹرجی نے بنگالی ادب کی تشکیل میں اہم اشتراک کیا۔آسامی ادب ''برنجیوں'' پر مشتمل ہے۔اڑیا زبان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔
- 19ویں صدی کے اختتام تک گرمکھی زبان ''آدی گرنتھ'' تک محدود رہی۔ یہ ہیر رانجھا اور دوسری عشقیہ داستانیں تھیں جنھوں نے اس زبان کو موضوع فراہم کیا۔میرابائی کے بھجنوں نے راجستھانی زبان کو مرتبہ کے مقام دیا۔
- گجراتی،سندھی اور کشمیری زبانوں نے وقت کے ساتھ ساتھ اپنے ادب کوتخلیق کیا۔
- کئی ہندوستانی مصنفین نے انگریزی زبان میں لکھا۔

نوٹس

اختتامی سوالات

1۔ ہندوستان میں عیسائی مشنریوں کا کیا رول تھا؟
2۔ ہندی زبان کے فروغ کے بارے میں مختصر طور پر بتائیے۔
3۔ قرونِ وسطیٰ کے ہندوستان میں فارسی زبان کے رول کی وضاحت کیجیے۔
4۔ ہندوستانی سماج کی تشکیل میں ہندوستانی زبانوں اور ادب کے حصہ کے بارے میں بتائیے۔

متن پر مبنی سوالات کے جوابات

7.1

1 1۔ برج بھاشا، اودھی، بھوجپوری، مگدھی، راجستھانی، کھڑی بولی
2۔ اودھی
3۔ اردو کا جنم ترکی نوآبادکاروں اور مقامی عوام کے عملِ باہم کا نتیجہ ہے۔
4۔ پاکستان
5۔ دکنی، جنوبی

7.2

1 1۔ بھرت
2۔ تلسی داس کے رام دیوتا ہیں جبکہ والمیکی نے انھیں ایک انسان کے روپ میں پیش کیا۔
3۔ سوامی دیانند نے ہندو سماج کی اصلاح کے مقصد سے لکھا۔ منشی پریم چند نے غریبوں کی مایوس کن حالات کو اجاگر کیا۔ مہادیوی ورما نے عورتوں کی حالت زار کے بارے میں قلم آرائی کی۔

7.3

1 1۔ 1800 میں کلکتہ کے نزدیک سیرم پور میں
2۔ 1854
3۔ 1857 میں، کلکتہ، مدراس اور بمبئی میں
4۔ گیتا نجلی
5۔ انھوں ویشنوازم کو آسام میں رائج کیا۔

نوٹس

7.4

1

1- پنجابی
2- ہیر/ رانجھا، سوہنی/مہیوال، ششی/ پنوں
3- کافی
4- سرسوتی چندر
5- سنت گیانیشور
6- غربت، معاشی پسماندگی اور ڈوگری کا استعمال